مولانا سمیع الحق
اکوڑہ خٹک

امیر شریعت سے ایک ملاقات

رو رہی ہے آج ایک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

رمضان المبارک ۱۳۷۸ کا زمانہ کتنا پر کیف اور پر لطف تھا۔ اور کتنے حسین و جمیل تھے زندگی کے وہ چند ایام جو لاہور کے بقیتہ السلف حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ[۱] کی صحبت میں گزرے۔ ایک طرف رمضان کا مبارک مہینہ پورے برکات سے سایہ فگن دوسری طرف صبح و شام حضرت الاستاذ کے درس میں قرآن مجید کے علوم و معارف کا ذکر و مذاکرہ روحانی فیوضات کی ہر طرف بارش پوری فضا روحانیت میں بسی ہوئی تھی اور مجھ جیسے نامہ سیاہ پراگندہ خاطر انسان کو بھی چین و سکون کی دولت نصیب تھی۔ زہے نصیب ایک مرد کامل اور شیخ کے جوار میں قیام و سکونت اور خصوصی شفقتوں کی دولت حاصل ہو رہی تھی۔

نظر میں ہے اب تک وہ رنگیں زمانہ
نشیلا نشیلا سہانا سہانا

۸ رمضان المبارک کو ایک دن حوض پر وضو کر رہا تھا عصر کی جماعت ہو چکی تھی۔ اور وضو سے فارغ ہو کر پیچھے مڑا۔ کچھ مبہوت سا رہ گیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمتہ دو تین افراد کا سہارا لئے گرتے تھامتے کھڑے ہیں۔

برٹش سامراج کو للکارنے والے اس ضیغم اسلام کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی وہ مہیب اور پروقار وجیہہ چہرہ جس کے خدوخال میں کسی یورپین عیسائی افسر[۲] نے (حضرت) عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی جھلک دیکھی تھی اور جس نے اُس وجیہاً فی الدنیا والاخرۃ پیغمبرؑ کا اسٹیچو اور تمثیل اس بارعب چہرے کو قرار دیا تھا۔ اب ایک منحنی لاغر ڈھانچہ تھا مگر پھر بھی اس کارُواں رُواں اس سکون و طمانیت، جلال و وقار میں بسا ہوا معلوم ہو رہا تھا جس کا جلوہ صرف حق تعالیٰ کے مقربین میں ہوتا ہے اذا راؤ ذکر اللہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔ (الحدیث)

حیرت، گھبراہٹ کے ملے جلے جذبات لئے آگے بڑھا۔ مصافحہ کیا۔ چند لمحے بعد پہچانا۔ فرمایا "سمیع ہو"؟ پیار سے سینے سے لگایا۔ ابھی مولانا لاہوری اپنے کمرہ میں تشریف نہیں لائے تھے اور نہ ان کو شاہ جی کی اطلاع ہوئی تھی۔ اس لئے میں شاہ جی کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ فرمایا چٹائی پر ہی بستر بچھاؤ لیٹ گئے۔ برادر محترم مولانا شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ میرے رفیق سفر و قیام تھے ہم نے جلدی جلدی پاؤں اور کمر دبانا شروع کیا۔ ہم نے کہا حضرت صحت بہت گر گئی ہے۔ فرمانے لگے ہاں! آخر گرنا ہے بقا صرف اللہ تعالیٰ کو

۱۔ یہ مضمون ۱۹۶۲ء میں ہفت روزہ "پیام اسلام" لاہور کے امیر شریعت نمبر میں شائع ہوا۔ تب حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ حیات تھے۔ ۲۔ کرنل ہاورڈ۔ سپرنٹنڈنٹ راولپنڈی جیل "ہندوستان کی خوبصورت یادیں" میں حضرت شاہ جی کا تذکرہ کیا ہے۔

ہے اتنے میں مولانا لاہوری تشریف لائے۔ دونوں بزرگ جس والہانہ شوق اور محبت سے ملے۔ السعدین کے اس دلکش نظارے کا تصور اب بھی دل و دماغ کو عجیب فرحت بخشتا ہے۔ چند لمحوں کے لئے فضا ساکت اور خاموش تھی اور پھر حضرت لاہوری انہیں ساتھ ہی اپنے کمرے میں لے گئے اور میں اس خیال سے سرشار تھا کہ اس عارضی مستقر کو ایک بطل جلیل کے چند ساعات نزول کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجھے خوب یاد تھا جب حضرت قدس سرہ العزیز دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں میں تشریف لایا کرتے تھے۔ تو پشاور کی قہوہ چائے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ میں نے یہاں بھی عشاء کے بعد قہوہ تیار کرانے کی اجازت مانگی۔ بخوشی قبول فرمایا مگر ذیابیطس کی وجہ سے میٹھا نہ کرنے کی ہدایت کی۔ قہوہ چائے تیار کر کے پیش کی۔ بڑے شوق سے نوش فرمائی۔ کچھ دیر بیٹھ کر دولت خانہ تشریف لے گئے ہم نے حضرت شاہ جی کو حضرت لاہوری کے بے پناہ اشغال اور پھر ان کی صحت کے گرتے جانے کا ذکر کیا۔ فرمایا جی ہاں اس معمہ کو میں بھی حل نہیں کر سکا۔ میں اور گھر والے کئی پہروں سوچتے ہیں کہ یہ بندۂ خدا کرتا کیا کچھ ہے اور کھاتا کیا ہے۔ ہم ان کا کھانا تولتے ہیں اور پھر ان کے شب و روز کے عظیم مشاغل کو دیکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں ان لوگوں کا معاملہ ہی اور ہے ان کی زندگی کا دم خم ان اشغال و مصروفیات سے ہے۔ یہ اگر آرام کریں تو پھر رہی سہی صحت بھی جواب دے دے۔

آپ رات گئے تک خوش طبعی، ظرافت و حکمت، عبرت و موعظت کے انمول موتی بکھیرتے رہے کہ کبھی مجلس کشت زار زعفران بن جاتی اور کبھی حاضرین درد و یاس کی گہرائیوں میں ڈوب جاتے۔ اب شاہ جی پورے جوبن میں تھے۔ اور برادر محترم صاحبزادہ مولانا عبید اللہ انور فرمارہے تھے کہ شاہ جی پھر وہی شاہ جی ہیں۔ ضعف و اضمحلال کے سارے آثار مٹ گئے اور چہرے میں سرخی اور نور کی وہی لہریں دوڑنے لگیں۔ حضرت لاہوری کی اس قیام گاہ میں چند احباب کی اس محفل میں شاہ جی نے علوم و حکم، طنز و مزاح، پیار و محبت کے وہ پھول نچھاور کیے جس سے دل و دماغ میں فرحت اور انبساط اور پھر حیرت و عبرت کی کتنی موجیں مضطرب ہوئیں اور پھر دب گئیں۔ کل تک جب وہ مجلس یاد آتی تو فرحت و ابتہاج کا باعث بنتی اور اب سوچتا ہوں تو سوہان روح ہے۔

اب رات ڈھل گئی اور مجلس برخاست ہوئی۔ اس سیاہ کار کو حکم ہوا سمیع اپنا بستر یہاں اٹھا لاؤ۔ بستر اٹھا لایا اور شاہ جی کی چارپائی کے ساتھ اس مسند پر بچھایا جس پر مخدوم العلماء والمسلمین حضرت مولانا لاہوری تنہائیوں میں مشغول ہوتے ہیں اور جلوتوں میں جہاں سے رشد و ہدایت کے خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔ ابھی میری آنکھ لگی تھی کہ بڑھاپے، فالج، ذیابیطس کا شکار یہ ضعیف مجاہد دبے پاؤں اٹھا جب میری آنکھ کھلی تو یہ مرد مومن میرے سرہانے مصلے پر بیٹھے اپنے رب کے ساتھ مصروف عجز و نیاز تھا۔ دنیا و مافیہا سے بے پرواہ عشق الٰہی اور سوز دروں میں مستغرق

قرة عینی فی الصلوٰة (الحدیث)

(میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)

میں نے بستر سے اٹھنا چاہا۔ سختی سے منع فرمایا سو جاؤ تمہیں سحری کے لئے بھی اٹھنا ہے۔ اور پھر دن کو درس

میں شریک ہونا ہے۔ تعمیل حکم لازمی تھی۔ لحاف میں منہ لپیٹ لیا مگر عشق رسول اور یادالٰہی سے معمور سینہ پورے زور سے

لہ ازیز کا زیزالقدر

(ہانڈی کے ابلنے کی آواز) کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ بد قسمتی ہوتی اگر اس موقعہ کو غنیمت نہ جانتا اٹھا اور دعا کے لئے درخواست پیش کر دی۔

اس رات وہ خصوصی توجہات و شفقتیں نصیب ہوئیں۔ جو مدت مدید کی تمناؤں اور آرزوؤں سے بھی شاید نصیب نہ ہوتیں۔

شاہ جی فرمانے لگے سمیع! میں تمہیں آج ایک حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔ شاید ملاقات ہو یا نہ ہو کیونکہ میں تو اب جا رہا ہوں میں نے زندگی بھر کسی کی ذات کے بارے میں مال و متاع عزت و آبرو کی برائی کا تصور بھی نہیں کیا۔ الحمدللہ میں اس صفائی کا اثبات کر سکتا ہوں۔ پاؤں دبانے کے دوران میں نے کہا کہ یہ پاؤں حضرت الشیخ الامام الکبیر مولانا مدنی علیہ الرحمتہ نے دبائے تھے تو ہم یہ سعادت کیسے حاصل نہ کریں۔ فرمایا

لا حول ولا قوۃ۔ استغفرواللہ

ایسا نہ کہیں پھر سوچ میں ڈوب کر انگلی دانتوں میں دبا گئے اور آہ بھرتے ہوئے فرمایا۔ سب چلے گئے حضرت مدنی نے بھی رحلت فرمائی صرف میں اس قافلہ کا تنہا سپاہی رہ گیا ہوں۔ اللہ بھی ایک اس کا رسول بھی ایک اور آج اس پوری دنیا میں میں بھی تنہا ہوں۔

میں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے بارے میں پوچھا کہ حضرت نے ان سے کیا حاصل کیا؟ شاہ جی فرمانے لگے میں نے ان سے بہت کچھ حاصل کیا میں نے جو کچھ پایا ان کے جوتوں کا صدقہ ہے۔ اس پورے ہندوستان میں میں نے ایسے وجیہہ و حسین چہرہ و جلال و جمال کے بزرگ نہیں دیکھے۔ ایک رات دیو بند میں تقریر کرنے کا ارادہ فرمایا۔ بھلا علم و معرفت کے اس مرکز میں ان کے سامنے تقریر کی کیا مجال تھی۔ میں نے انکار کیا تو فرمایا تمہیں تقریر کرنا پڑے گی۔ اب حکم سے سرتابی کی مجال کہاں تھی۔ تقریر عشاء کو شروع ہو کر رات تین بجے تک جاری رہی حضرت شاہ صاحب کشمیری کرسی پر تمام رات ایک ہی ہیئت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھے رہے۔ پورے محو ہو کر سنتے رہے۔ اور برابر آنسو جاری تھے۔ حالانکہ تقریر بھی "وراثت" جیسے خشک موضوع پر تھی اور پھر اختتام پر بے تحاشا دعائیں دیں۔ رہا ان کا درس تو وہاں ہم جیسوں کی رسائی کہاں تھی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب (رحمہ اللہ) میرے استاد ہیں بڑے معقولی اور فلسفی۔ لیکن جب شاہ صاحب کشمیری کے درس میں شریک ہوئے تو فرمانے لگے کہ جہل کا اعتراف لے کر ان کے درس میں شرکت کرنا پڑتی تو وہاں ہم جیسوں کی کیا مجال انتہیٰ۔

دوران گفتگو انہوں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے ان کے ہاتھ بیعت کرنے اور انہیں امیر شریعت منتخب کرنے کے واقعہ کو بھی بیان فرمایا۔ نیز اس ضمن میں فرمایا کہ میں نے زندگی میں تین افراد کو

نماز پڑھتے دیکھا۔ خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی نمازیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پڑھنے والے تڑپ تڑپ کر بھیک مانگ رہے ہیں۔ عاجزی اور ذلت ان کے ہر ہر جز سے نمایاں ہوتی تھی۔ ایک علامہ انور شاہ علیہ الرحمتہ کی نماز، دوسرے مولانا ابوالکلام آزاد کی نماز تیسرا نام غالباً پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمتہ کا لیا۔[۳]

دوران گفتگو میں ایک مرتبہ فرمایا۔ میری مایوسی قنوط کی حد تک پہنچ گئی ہے اور میری قنوط انکشاف حقیقت ہوا کرتی ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد میرے دفنانے کی اجازت بھی دے دیں گے یا نہیں۔ زندگی کے آخری ادوار کے لئے ملتان کا انتخاب۔؟ اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ مجذوب کی دعاء کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ تقسیم سے قبل ملتان کے ایک بہت بڑے اجتماع میں تقریر کر رہا تھا کہ اتنے میں مجمع سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور چیخ چیخ کر رونے لگا پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگا کہ۔ (شاہ! اللہ تیرا ایتھے مزار بنڑاوے) یعنی خدا یہاں تیرا مزار بنادے۔ میں نے کہا کہ (ہاں باباجی "توں مجاور بنڑونجیں) یعنی تم اس کے مجاور بن جانا۔ بات آئی گئی، مگر اس مجذوب کی دعا مقبول معلوم ہوتی ہے۔ "عشاء کے بعد مولانا شیر علی شاہ[۴] صاحب نے کہا۔

تمتع من شمیم عواد نجد
فما بعد العیشتہ من عواد

(نجد کے گل نرگس (گاؤ چشم) کی خوشبو سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ شام کے بعد یہ پھول نہیں ہوگا)

فرمایا یہ تمہارا ساتھی بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اس نے شاعری شروع کر دی۔ پھر ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا۔ "ہاں شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک"

ایک ساتھی نے جوتے اٹھانے کی کوشش کی آپ نے منع کیا اور فرمایا "اگر خواہ مخواہ اٹھانا ہے تو مجھے اٹھاؤ تب دیکھوں۔ دو چھٹانک جوتے اٹھا کر خوش ہوئے کہ شاہ جی کا احترام کیا"

بہر حال سعادت اور مسرت سے بھرپور یہ ایک سہانی رات تھی جو زندگی میں نصیب ہوئی جس کی یادیں تاحین حیات دل و دماغ پر نقش رہیں گی۔

یاس و حسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چار سو
برق غم سے مضطرب احساس کا خرمن ہے آج
نالۂ اندوہ ہے ہر بانگِ مرغانِ سحر
نوحۂ فریاد ہر آہنگِ جان و تن ہے آج (فانی)

۳۔ صاحب مضمون کو یہاں سہو ہوا ہے۔ تیسرا نام حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ (بانی تبلیغی جماعت) کا ہے ان تینوں بزرگوں کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت ایک خاص جملہ فرمایا کرتے تھے۔ "ان کی نمازوں کی کیفیت دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بہا بھکاری اپنے سب سے بڑے ان داتا کے حضور سر بسجود ہے"۔ (کفیل)

۴۔ سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ حالاً مقیم مدینہ منورہ